اسلامی معاشرے کے تین اجزاء

تحریر: مولانا سید محمد داود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

موجودہ دور میں معاشرہ کی خرابیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں' بلکہ ہر شخص پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہمارے معاشرے میں وہ تمام برائیاں اور خرابیاں پائی جاتی ہیں جن میں سے ہر برائی ماضی میں ایک ایک قوم ہلاک کر چکی ہے۔

کیا ہم میں قوم نوح جیسی دین سے دوری' ضد اور ہٹ دھرمی نہیں ہے؟ یا کہ 'عاد و ثمود کا وہ کم تولنا اور اپنی ذاتوں پر بے جا فخر و تکبر کرنا نہیں ہے؟ یا ہم 'قوم لوط جیسے بدترین اور مہلک مرض سے محفوظ ہیں؟ یا بنی اسرائیل جیسی وعدہ خلافیاں ہم میں نہیں ہیں؟

غرضیکہ سب کچھ ہے مگر نہیں ہے تو صرف اور صرف کوئی اصلاحی تحریک نہیں ہے۔

عیاری' مکاری' دغابازی' چوربازاری' سود خوری' رشوت ستانی' شراب نوشی جیسی بدترین عادات ہمارے معاشرے کا جزو لاینفک بن چکی ہیں اور ہم انہیں اپنے بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتے ہیں۔ رہ جو کچھ تھوڑی بہت اصلاحی کوششیں ہیں تو ان پر بدقسمتی اس قدر اثر انداز ہے کہ آنحضرت ﷺ کے افعال و اقوال کی طرف کبھی توجہ مبذول نہیں ہوئی یا ہم اپنے ذہن سے ہی ان بیماریوں کا علاج سوچنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں نتیجتاً وہ کوششیں بار آور ثابت نہیں ہوتیں۔ ہم اس سلسلے میں محترم سید محمد داؤد غزنویؒ کا مضمون "اسلامی معاشرہ کے تین اجزاء" آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں' امید ہے کہ مفید ثابت ہوگا۔ (ادارہ)

۱۔ قرآن مجید

۲۔ آنحضرتؐ کے اقوال و ارشادات

۳۔ آپ کی زندگی کا عملی نمونہ

اسلامی معاشرے کی تشکیل

اس وقت آپ کے سامنے قرآن کریم' احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے طرز عمل سے حجیت حدیث پر دلائل نہیں پیش کرنا چاہتا اس کے لئے کسی اور صحبت کی ضرورت ہے اس وقت مجھے جو عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کی تکمیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ناممکن ہے۔ صرف اسوہ حسنہ محمدیہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ والسلام) ہی ایک ایسی مشعل ہے جس کی روشنی میں ہم اپنے کھوئے ہوئے راستہ کو معلوم کر سکتے ہیں اور وہ اسلامی معاشرہ جو قرون اول میں ایک محیر العقول انقلاب کا ذریعہ بنا تھا۔ اگر اس کی تشکیل کے عناصر معلوم کرنا چاہیں تو وہ تین چیزیں ہی نظر آئیں گی۔

۱۔ قرآن مجید

۲۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات و نصائح اور تعلیم و تلقین

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کی زندگی کا عملی نمونہ اور اسوہ حسنہ

اگر آپ بنظر غائر مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کو صاف نظر آئے گا۔ بعثت نبوی کے مقاصد و نتائج کے ظہور میں اور جدید امت کی تعمیر و تشکیل میں ان تینوں عناصر کا دخل ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ان تینوں چیزوں کے بغیر ایک مکمل معاشرہ اور ایک ایسی زندگی جس میں عقائد' اعمال' اخلاق' جذبات و کیفیات' ذوق و شوق' ایثار حسن سلوک' بر و مواسات' مکارم اخلاق اور اس کے ساتھ خوف و خشیت الٰہی' توبہ و انابت الی اللہ' دعاء و تضرع' زہد و قناعت' شوق آخرت اور دنیا کی فانی دولت کی تحقیر سب ہی ہوں وجود میں نہیں آسکتی۔

یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ زندگی زندگی سے بن سکتی ہے۔ یعنی دیئے سے دیا جلتا ہے۔ صحابہ کرام اور ان کے اتباع کی زندگیوں میں جو ہمیں گہرے دینی جذبات و کیفیات نظر آتی ہیں وہ محض تلاوت کتاب کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اس محبوب ترین' موثر ترین اور کامل ترین زندگی کا بھی اثر ہے جو شب و روز ان کے سامنے

رہتی تھی ان مجالس اور صحبتوں کا بھی فیض ہے' اور ان ارشادات و نصائح کا بھی جس سے وہ آپ کی حیات طیبہ میں برابر مستفیض ہوتے تھے۔ اس سب کے مجموعے سے وہ نیا اسلامی معاشرہ قائم ہوا جسے عہد رسالت اور عہد صحابہ کرام کہا جاتا ہے اور اسلام کے عہد زرین سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس ماحول میں اسلام کا وہ مزاج خاص وجود میں آیا۔ جس میں صرف قواعد و ضوابط کی قانونی پابندی نہ تھی' بلکہ ان پر عمل کرنے کے محرکات و ترغیبات اور اسوہ نبوی کی صحیح کیفیات اور عمل صالح کی روح بھی موجود تھی۔

غرض رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ارشادات و نصائح کا مجموعہ جسے ہم حدیث و سنت کے نام سے پکارتے ہیں۔ دین کے لئے وہ فضا اور ماحول مہیا کرتا ہے' جس میں دین کا پودہ سرسبز و بار آور ہوتا ہے۔ یہودی' عیسائی اور ایشیاء کے دوسرے مذاہب اس لئے بہت جلد مسخ ہو گئے کہ ان کے پاس اپنے پیغمبروں کی زندگی کے صحیح اور مستند حالات اور ان کے کلام کا کوئی ایمان آفرین مجموعہ محفوظ نہیں تھا اور ان مذاہب کو وہ روحانی فضا اور ذہنی ماحول میسر نہ ہوا۔ جس میں ان کے پیرو دینی نشو و ارتقاء حاصل کرتے اور مادیت کے حملوں سے محفوظ رہتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیروان مذاہب نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے احبار رہبان اور قسیسین کے ملفوظات و واقعات کا سہارا لیا۔ مگر اس "خانہ پری" نے رفتہ رفتہ مذاہب کو بدعات و رسومات کا مجموعہ بنا دیا اور نئی نئی تفسیروں نے اصل مذاہب کو مسخ کر دیا۔

اسلام جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا آخری مذہب قرار دیا ہے۔ بحمد اللہ اس حادثہ سے محفوظ رہا۔ یعنی جس روحانی اور ذہنی ماحول میں اور جن قلبی کیفیات کے ساتھ صحابہ کرام نے زندگی گزاری' حدیث کے ذریعہ اس پورے ماحول کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا۔

بعد کو آنے والی نسلوں اور صدیوں بعد کے آنے والے انسان کے لئے یہ بالکل ممکن نہیں ہے کہ کتب حدیث کے ذریعے وہ اپنے ماحول سے کٹ کر ایک دم اس ماحول میں پہنچ جائے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس موجود اور ارشادات و نصائح سے صحابہ کرام کو مستفیض فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام ہمہ تن گوش بنے ہوئے ارشادات گرامی سن رہے ہیں اور اس کے ساتھ صحابہ کرام کے جذبہ اطاعت و انقیاد کے ایمان افروز نظارے بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔

پس حدیث ایک ایسی دوربین ہے جس سے رسول اکرم ﷺ کی خانگی زندگی' آپ کے رات کے معمولات' دن کی مصروفیتیں' انہی آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہیں۔ ہاں ہاں آپ کے قیام و سجود کی کیفیت' ان آنکھوں سے' اور آپ کی دعاؤ مناجات کا زمزمہ کانوں سے سنا جا سکتا ہے۔

مجھے بتایئے! جو آنکھیں آپ ؐ کو دعاؤں میں گڑگڑاتے ہوئے اشک بار ہوتے ہوئے دیکھیں اور قدم مبارک متورم دیکھیں اور جو کان اپنے سوال کے جواب میں یہ آوازیں سنیں کہ :

أَفَلاَ أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا.

ترجمہ :- کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

وہ غفلت کا شکار ہو سکتی ہیں اور جن لوگوں نے کاشانہ نبوت میں دو دو مہینے چولہا گرم ہوتے نہیں دیکھا' جنہوں نے آپ کو پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے دیکھا' جنہوں نے آپ ؐ کی پشت مبارک پر خالی چٹائی پر لیٹے رہنے سے چٹائی کے نشانات پڑے دیکھے' جنہوں نے سونے سے پہلے آپ کو بے قراری کے ساتھ صدقہ کا بچا ہوا سونا راہ خدا خرچ کرتے دیکھا' جنہوں نے مرض وفات میں چراغ کا تیل پڑوسی کے گھر سے قرض آتے ہوئے دیکھا' ان سے اس دنیا فانی کی حقیقت کیسے چھپ سکتی ہے اور زہد و تقویٰ کا جذبہ کیسے ان کے اندر ابھر نہیں سکتا۔

جن نفوس قدسیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر والوں کی خدمت' اپنے بچوں کے سایہ شفقت' اپنے خادموں کے ساتھ رحمدلی' اپنے رفقاء کے ساتھ ہمدردی' اپنے ہمسایوں کیساتھ حسن سلوک' اپنے مہمانوں کیساتھ فیاضانہ میزبانی اور اپنے دشمنوں کے ساتھ صبر و تحمل اور فتوحات کے بعد عفو درگذر فرماتے دیکھا ہو' ان کے اندر مکارم اخلاق اور انسانیت کاملہ کا ظہور کیونکر نہ ہو۔

کاشانہ نبوت کے فیض یافتگان

یہ جو میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ دینی ماحول' روحانی فضا اور ایمانی کیفیات کی بستی جس میں صحابہ کرام نے پرورش پائی' اس کے حالات حدیث کے ذریعے سے معلوم ہو سکتے ہیں' اس بستی میں صرف کاشانہ نبوت کا ہی دروازہ نہیں کھلا ہے' جسے دیکھنے والوں کو یہ سب نظر نہیں آتا ہے' بلکہ صحابہ کرام کے گھروں کے دروازے بھی کھلے ہوئے ہیں' ان کے گھروں کی زندگی' طرز معاشرت'

ان کی راتوں کا سوز و گداز' ان کے دلوں کی گرمئ جہاد' ان کی بازاروں میں مصروفیت' سجدوں میں ان کی سجدہ ریزیاں' ان کی بے نفسی و للّٰہیت' ان کا کمال انقیاد و اطاعت ان کی بشری لغزشیں اور توبہ و انابت الی اللہ کے مناظر سب نظر آتے ہیں۔

غزوہ تبوک سے پچھڑ جانے والے کعب بن مالکؓ کی گریہ وزاری اگر نظر آتی ہے تو عمیرؓ کا یہ قول بھی سنائی دیتا ہے کہ جھولی کی کھجوریں کھانا طویل زندگی ہے۔ کون اس کا انتظار کرے۔ وہ ناز و نعم میں پلے ہوئے مصعب بن عمیرؓ کی درویشانہ زندگی اور غزوہ احد میں پرچم اسلام کی حفاظت میں یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھوں کا کٹوانا اور بالآخر شہید ہو جانا بھی نظر آتا ہے' وہ ایک پاؤں سے معذور (لنگڑا) عمرو بن جراحؓ بڑے الحاح سے حضور سے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگنا' اجازت مل جانے پر میدان میں اکڑتے ہوئے جاتے دکھائی دے رہا ہے اور یہ دعا مانگ رہا ہے:

اللھم لا تردنی الی اھلی

"یا اللہ! مجھے اپنے گھر والوں کی طرف نہ لوٹائیو۔"

بالآخر اس لنگڑی ٹانگ سے جہاد کرتے کرتے شہید ہو جانا بھی نظر آتا ہے۔ وہ حنظلہؓ جس کی شادی ابھی ابھی ہوئی ہے' ہمبستری سے فارغ ہونے کے بعد ابھی غسل بھی نہیں کیا اور غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست کی خبر سن کر اس کا بیتابانہ میدان جہاد کی طرف چلے جانا اور شہید ہو جانا بھی نظر آرہا ہے' وہ بیر معونہ کے قصہ میں عامر بن طفیل (رئیس بن عامر) کے پاس حضور کا داما نامہ پیش کرنے والے عاشق رسولؐ حضرت حرامؓ کے جب عامر بن طفیل نے نیزہ مارا اور وہ پار ہو گیا تو ان کا کہنا' "فزت و رب الکعبہ" (رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں) بھی سنائی دیتا ہے۔ یہاں سعد بن ابی وقاصؓ کے وہ الفاظ جو جنگ قادسیہ میں رستم (رئیس افواج ایران) سے کہے سنے جاتے ہیں:

فان معی قوما یحبون الموت کما یحب الاعاجم الخمر۔

ترجمہ:- میرے ساتھ ایک ایسی جماعت ہے جو موت کو ایسا ہی محبوب رکھتی ہے جیسا کہ تم شراب پینے کو محبوب رکھتے ہو۔"

کامل اطاعت اور امتثال حکم کے کیسے کیسے مناظر دیکھنے آتے ہیں۔ وہ انصاری جس نے گنبد دار مکان بنایا اور آپ نے اس پر اپنی خاموش نارضامندی کا اظہار فرمایا۔ کس طرح بے تابانہ جاتا ہے اور جا کر مکان کو مسمار کر کے زمین کو اس طرح برابر کر دیتا ہے کہ نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔

ابو بردہؓ کے والد کا یہ قصہ بھی سامنے آجاتا ہے کہ:

"ہم مجلس میں بیٹھے شراب پی رہے تھے کہ میں اٹھا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کروں' ادھر شراب کی حرمت نازل ہو چکی تھی' میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور میں یہ آیت کریمہ "فھل انتم منتھون" تک پڑھ کر سنادی' بس پھر کیا تھا جن کے ساغر میں کچھ شراب باقی تھی وہ فوراً گرا دی گئی اور جو شراب ہونٹوں میں پہنچ چکی تھی وہ فوراً تھوک دی گئی۔"

اللہ! اللہ! اطاعت کی کیسی حیرت انگیز تصویر نظر آتی ہے۔

جب عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کا بیٹا عبداللہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ اہل یثرب کو علم ہے کہ مجھ سے بڑھ کر اپنے باپ کا کوئی فرمانبردار نہیں' لیکن اگر حضور ارشاد فرمائیں تو اس کا سر کاٹ کر لے آؤں۔ حضورؐ نے فرمایا' نہیں' لیکن اس نے عہد کر لیا کہ میرے باپ نے جو یہ کہا ہے کہ:

"اگر مدینہ واپسی ہوئی تو جو معزز ہو گا' وہ ذلیل کو نکال دیگا" اس کا انتقام ضرور لوں گا۔ جب لوگ مدینہ واپس پہنچے تو عبداللہ بن ابی کا بیٹا عبداللہ مدینہ کے دروازہ پر تلوار لئے اپنے باپ کے انتظار میں کھڑا نظر آتا ہے اور جب باپ آتا ہے تو کہتے ہیں:

"خدا کی قسم! تم مدینہ میں رسول اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں رہ سکتے۔"

لوگ ہر چند سمجھاتے ہیں لیکن ماں باپ' خاندان' عزیز و اقارب سب پر رسول اللہ کی محبت کو ترجیح دینے والا عبداللہ کہتا ہے:

جن نفوس قدسیہ نے رسول اکرم ﷺ کو اپنے گھر والوں کی خدمت' بچوں سے شفقت' خادموں سے رحمدلی' رفقاء سے ہمدردی' دشمنوں کے ساتھ صبر و تحمل کا برتاؤ کرتے دیکھا ہے ان کے اندر مکارم اخلاق اور انسانیت کاملہ کا ظہور کیونکر نہ ہو۔

"خدا کی قسم! یہ اللہ اور اس کے رسول کی اجازت کے بغیر مدینہ میں قدم نہیں رکھ سکتا۔"

اطاعت' فرمانبرداری کا کیا' ب منظر دیکھنے میں آتا ہے۔ جبکہ سعد بن معاذ ' انصاری غزوہ بدر سے پہلے اپنی اور اپنی قوم کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا یقین دلاتے ہوئے عرض کر رہے ہیں:

"یارسول اللہ! ہمارے مال و دولت میں سے جو چاہیں دیدیں۔ جو کچھ آپ ہم سے لے لیں گے وہ اس سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپ چھوڑ دیں گے اور جس بارے میں جو حکم فرمائیں گے' ہم اس کے تابع ہوں گے' خدا کی قسم! اگر آپ سمندر میں گھوڑا ڈال دیں گے تو ہم بھی اس میں کود پڑیں گے۔"

محبت و جاں نثاری کے ایسے واقعات نظر آتے ہیں کہ عشاق و اہل محبت کی تاریخ میں کبھی سننے میں نہیں آئے' یہ دیکھئے حضرت خبیبؓ کو پھانسی کے تختہ پر چڑھایا گیا ہے۔ کفر کہتے ہیں کہ اب تو تم پسند کرو گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری جگہ ہوں' وہ کہتے ہیں' خدا کی قسم! میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ آپ کے پاؤں میں کانٹا چبھے اور میں چھوٹ جاؤں۔

یہ سعد بن ربیعؓ غزوہ احد میں جسم پر ستر زخم تلوار و تیر کے ہیں' ان کی تلاش میں زید بن ثابتؓ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جاتے ہیں' جب انہیں شہید اور زخمیوں کے اندر دیکھ پاتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچاتے ہیں اور حال پوچھتے ہیں سعد بن ربیع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میرا سلام عرض کرو اور میرا یہ حال بتادو کہ میں اس وقت جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور میری قوم انصار سے کہہ دو کہ:

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی دوربین ہے جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی' آپ کے رات کے معمولات' دن کی مصروفیتیں' انہی آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہیں

"اگر رسول اللہ ﷺ کو کچھ ہو گیا تو اس حال میں تم میں ایک آنکھ بھی حرکت کر سکتی ہو تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر نہ ہو گا۔"

اسی احد کے قصے میں انس بن نضر نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں کو مغموم دیکھ کر اور یہ کہتے سن کر کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ پورے جوش سے کہہ رہے ہیں:

"موتو اعلیٰ مامات علیه رسول الله"

"آؤ! جس دین پر آپ نے جان دی ہم بھی اس پر اپنی جان نچھاور کر دیں۔"

اس نعرہ مدائیت و جاں نثاری کے بعد دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں اور اسی زخم جسم پر کھانے کے بعد جام شہادت نوش کرتے ہیں۔

یہ دیکھئے عمار بن زیادؓ اس غزوہ احد میں شہید ہو رہے ہیں۔ سسکیاں لے رہے ہیں اور اس حالت میں گھسٹتے گھسٹتے اپنا سر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں رکھ رہے ہیں اور اپنے رخسار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگا رہے ہیں۔

اور ابو دجانہؓ کو دیکھئے کہ اس نے اپنی پیٹھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنا رکھا ہے۔ تیر پہ تیر لگ رہے ہیں اور وہ حرکت تک نہیں کر رہے' اسی کے ساتھ حضرت طلحہؓ کو دیکھئے کہ اپنے ایک ہاتھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنا رکھا ہے اور آپ کی طرف آنے والے تیروں کو ہاتھ پر روک رہے ہیں' یہ ہاتھ ہمیشہ کیلئے شل ہو گیا۔

اور اس انصاری عورت کو دیکھئے کہ اس کا باپ' بھائی اور شوہر احد کے دن سب شہید ہو گئے۔ وہ اپنے گھر سے نکلی ہے اور غزوہ سے واپس آنے والوں سے پوچھ رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگ کہتے ہیں' الحمد للہ عافیت سے ہیں' وہ کہتی ہے مجھے دکھاؤ' میں آپ کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ جب آپ کو دیکھ پاتی ہے تو کہتی ہے:

كل مصيبة بعدك جلل.

"آپ سلامت ہیں تو سب مصیبت ہیچ ہے۔"

پس! یہ جو میں تم سے کہتا ہوں کہ زندگی زندگی سے ملتی ہے اور دیئے سے دیا جلتا ہے۔ دیکھئے نہیں کہ وہ فضالہ بن عمیر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لئے گھر سے نکلا ہے اور آپ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ جب قریب پہنچا تو آپ نے فرمایا' کون! اس "کون" کے لفظ میں کتنی مقناطیسی طاقتیں تھیں کہ وہ فضالہ جو آپ کی جان مبارک لینے کے لئے آیا ہے کہتا ہے میں فضالہ ہوں' فرمایا کیا سوچ کر آئے ہو' عرض کرتا ہے' کچھ نہیں' آپ ہنس دیتے ہیں' اور فرماتے ہیں

فضالہ! اللہ کے آگے توبہ کر پھر اپنا دست مبارک اسکے سینے پر رکھتے ہیں۔ فضالہ کے قلب پر سکون ہو جاتا ہے اور مدینہ کی گلیوں میں کہتا پھرتا ہے 'خدا کی قسم آج سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب دنیا میں کوئی چیز میرے لئے نہیں ہے۔ وہ عورت جو اس سے دل لگی کی باتیں کیا کرتی تھی وہ ملتی ہے اور کہتی ہے 'آؤ دوست! کچھ باتیں کریں۔ وہی فضالہ کہتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بعد اب اس قسم کی باتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں اسلام قبول کر چکا ہوں۔ جاؤ چلی جاؤ۔

وہ کیسا اخلاقی مدرسہ اور روحانی تربیت گاہ تھی جو اپنے طالب علم کے اندر محاسبہ نفس کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ ٹھیک اس وقت جب کوئی آنکھ دیکھنے والی نہیں ہوتی اور بشری کمزوری کیوجہ سے نفس امارہ کسی گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے تو اس کا نفس امارہ کس طرح نفس لوامہ بن جاتا ہے' دل کی پھانس چین نہیں لینے دیتی' ضمیر ملامت کرتا ہے' گناہ کا خیال کر کے بے چین ہو جاتا ہے اور قانون کے سامنے اقرار جرم کر کے سخت سے سخت سزا کو برضاؤ رغبت قبول کرتا ہے۔ وہ ماعز بن مالک اسلمی جو زنا کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے کس طرح بار بار چار دفعہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتا ہے' اور عرض کرتا ہے یا رسول اللہ! مجھے پاک کیجئے اور خوشی خوشی سنگساری کی سزا برداشت کرتا ہے' آپ اس کی حالت کو دیکھ کر فرماتے ہیں:

لقد تاب توبة لو قسمت
بين امة لو سعتهم. (مسلم)

ترجمہ:۔ اس نے تو ایسی توبہ کی ہے اگر ایک پوری امت پر تقسیم کر دی جائے تو سب کو کافی ہو۔"

اس کے بعد غامدیہ آئی ہے اور اور وہ بھی اقرار جرم کرتی ہے اور کہتی ہے 'یا رسول اللہ مجھ سے زنا کی غلطی سرزد ہو گئی ہے' مجھے پاک کیجئے۔ وہ حاملہ ہے' اسے حضور واپس کر دیتے ہیں۔ وضع حمل کے بعد پھر آتی ہے۔ یہ پھر واپس کر دیتے ہیں۔ جب بچہ کا دودھ چھڑایا' پھر واپس آتی ہے اور عرض کرتی ہے اب تو مجھے پاک کر دیجئے' اسے سنگساری کا حکم دیا جاتا ہے' خود نماز جنازہ پڑھاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ عرض کرتے ہیں کہ اس زانیہ پر آپ نماز جنازہ پڑھتے ہیں' آپ فرماتے ہیں:

لقد تابت توبة لو قسمت
بين سبعين من اهل المدينة
لوسعتهم هل وجدت توبة افضل
من ان جاء ت بنفسها لله تعالى.

ترجمہ:۔ "اس نے ایسی مخلصانہ توبہ کی اگر مدینہ کے ستر لوگوں میں تقسیم کی جائے تو انہیں کفائت کر جائے اور اس سے افضل توبہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے اللہ کے حکم کے آگے اپنے آپ کو خود پیش کر دیا۔" (صحیح مسلم)

اللہ! اللہ! دیانت وامانت اور اخلاص کے کیسے کیسے نادرہ روزگار واقعات ہیں کہ انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ مدائن فتح ہو جاتا ہے۔ تاجداران آل ساسان کے بیش بہا خزائن صحابہ کے ہاتھ آتے ہیں' ترغیبات نفس اور خواہشات پر کتنا قابو ہے اور اللہ تعالی کے حاضر و ناظر ہونے پر کتنا ایمان ہے۔ قبیلہ عبد قیس کا ایک گمنام شخص مال غنیمت لے کر آتا ہے اور خازن کے سپرد کرتا ہے۔ سب لوگ اس مال غنیمت کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ایسا قیمتی سامان ہمارے دیکھنے میں نہیں آیا۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ تم نے اس مال سے کچھ لیا ہے؟ وہ گمنام کہتا ہے 'خدا کی قسم! اگر اللہ کا معاملہ نہ ہوتا تو تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہوتی' لوگ پوچھتے ہیں آپ کا نام کیا ہے؟ اللہ رے اخلاص' سراپا اخلاص کا مجسمہ' کہتا ہے' میں نام نہیں بتاؤں گا۔ اس لئے کہ تم میری تعریف کرو گے' اور تعریف صرف اللہ کے لئے ہے' اسی کے ثواب پر میں راضی ہوں' جب وہ واپس جاتا ہے تو لوگ اس کا تعاقب کر کے لوگوں سے اس کا نام پوچھتے ہیں' تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام عامر اور قبیلہ عبد قیس سے اس گرامی قدر انسان کا تعلق ہے۔ فطوبىٰ له ثم طوبىٰ له ثم توبىٰ له.

غرض ایک ایسا روحانی اور پاکیزہ ماحول صحابہ کرام کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ جس میں زندگی اپنے پورے تنوعات و حقائق اور انسانی فطرت اپنے تمام خصائص کے ساتھ موجود ہے' اور حدیث نے اس کا پورا فوٹو لے کر قیامت تک کے لئے اس معاشرے کے پورے حالات کو محفوظ کر دیا۔

قرآن مجید کیساتھ آپ کے ارشادات و نصائح اور سارے ماحول کا محفوظ رہنا

یہودی' عیسائی اور ایشیاء کے دوسرے مذاہب اسی لئے بہت جلد مسخ ہو گئے کہ ان کے پاس اپنے پیغمبروں کی زندگی کے صحیح اور مستند اور ان کے کلام کا کوئی ایمان آفرین مجموعہ محفوظ نہیں تھا۔

اسلام کا ایک اعجاز اور ایسا امتیاز ہے جس میں کوئی دوسرا اس کا حصہ دار نہیں ہے۔ عہد نبوی کی یہ تصویر اور ماحول صرف حدیث کے ذریعہ محفوظ ہے۔ تدوین حدیث کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی بعد میں آنے والوں کی جدت طرازی نہیں بلکہ صحابہ کرام نے عہد نبویؐ ہی میں حفظ احادیث کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں' اور بعض نے کتابت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ پھر انہی کے آخری دور میں تابعین کا جمع و تدوین حدیث کے لئے سراپا شوق بن جانا' پھر مختلف بلاد اسلامیہ کے شائقین علوم نبویہ کے سمندر کا امڈ آنا' ان کا جمع و حفظ حدیث سے عشق و شغف حیرت انگیز قوت حافظہ' ان کا بے مثال عزم و علو ہمت' پھر اسماء الرجال اور فن حدیث کے مجتہدین کے پیدا ہونا' پھر ان کا کمال انہماک و خود فراموشی' پھر امت کا شوق حدیث اور عالم اسلام میں اس کی مقبولیت اور اشاعت' یہ سب واقعات اس بات کا ثبوت ہیں کہ جمع قرآن کی طرح اللہ تعالیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیفہ زندگی کو بھی محفوظ کرنا مقصود تھا' اسی برکت سے حیات طیبہ کا امتداد اور مسلسل باقی رہا۔ یعنی امت کو ہر دور میں وہ روحانی' علمی اور ایمانی میراث ملتی رہی' جو صحابہ کرام کو براہ راست حاصل ہوتی تھی۔ اس طرح صرف عقائد و احکام و شرائع ہی میں "توارث" کا سلسلہ جاری نہیں رہا بلکہ تزکیہ نفس' ذوق ایمانی اور مزاج نبوی میں بھی توارث کا سلسلہ جاری رہا امت کی تاریخ میں کوئی مختصر سے مختصر زمانہ ایسا نہیں آیا جب وہ عہد صحابہ کا ذوق اور مزاج مفقود اور یکسر ناپید ہوگیا ہو' ہر دور میں ایسے افراد رہے جو صحابہ کرام کی اس روحانی اور ایمانی میراث کے وارث تھے' وہی عبادت کا شوق' وہی زہد و تقویٰ' وہی خشیت و انابت الی اللہ وہی دینی استقامت و عزیمت وہی دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق' وہی جذبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' وہی بدعات سے نفرت اور جذبہ اتباع سنت۔

امت محمدیہ کا یہ ذوق روحانی اور عملی توارث قرن اول سے اس چودھویں کے عہد انحطاط تک برابر قائم ہے اور اویس قرنی' سعید بن مسیب' سفیان ثوری' عبداللہ بن مبارک اور امام احمد بن حنبل سے لے کر حضرت سید احمد شہید اور حضرت عبداللہ غزنوی تک کی زندگی میں ان کا پرتو صاف صاف نظر آتا ہے' اور جب تک حدیث کا یہ ذخیرہ باقی اور اس سے استفادہ کا سلسلہ جاری اور اس کے ذریعہ عہد صحابہ کا اسلامی معاشرہ محفوظ ہے دین کا یہ صحیح مزاج جس میں آخرت کا خیال دنیا پر سنت کا اثر رسم و رواج پر' روحانیت کا اثر مادیت پر غالب ہے باقی رہے گا اور کبھی امت محمدیہ کو سرتاپا مادیت' انکار آخرت بدعات و تحریفات کا پورے طور پر شکار نہیں ہونے دے گا۔ بلکہ اس کے اثر سے ہمیشہ اس امت میں اصلاحی اور تجدیدی تحریکیں اٹھتی رہیں گی اور کوئی نہ کوئی جماعت حق کی علمبردار اور سنت کے فروغ کے نئے علم پر دوش رہے گی اور یہی معنی ہیں حدیث نبوی کا کہ:

لا يزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم حتى ياتي امر الله.

ترجمہ:- میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا تا قیام قیامت کسی مخالف کی مخالفت اس گروہ کو جادہ و حق سے منحرف نہیں کرسکے گی۔"

یہ گروہ وہی ہو سکتا ہے جو آپ کی تشریحات قرآنی' جو آپ کے صحیفہ زندگی اور جو آپ کے اسوہ حسنہ اور وارثان علوم نبویؐ صحابہ کرام کے حالات و کیفیات ایمانی اور سمع و اطاعت کے ایمان افروز تذکروں کے جمع و حفظ کرنے والے تھے' یعنی محدثین کرام۔

جامع مسجد مسلم اہلحدیث مسلم ٹاؤن راہوالی ضلع گوجرانوالہ میں یکم نومبر 2002ء کا

خطبہ جمعہ مبارکہ

ترجمان مسلک اہلحدیث
حضرت مولانا حافظ
فاروق الرحمن یزدانی شیخوپوری
مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد
ارشاد فرمائیں گے ان شاء اللہ

منجانب:- چوہدری عبدالحمید گجر۔ عبدالماجد ساجد واراکین مرکزی جمعیت اہلحدیث [illegible]